۸

ابتلاؤں کے دن

(فرمودہ ۲- مارچ ۱۹۳۴ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا-

الٰہی سلسلوں پر وقتاً فوقتاً ایسے ابتلاء آتے رہتے ہیں کہ جو بظاہر کچل دینے والے اور تباہ کردینے والے ہوتے ہیں لیکن مومنوں کے استغفار کے نتیجہ میں اور معیّتِ نبوت کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے فضل ایسے رنگ میں نازل ہوتے ہیں کہ نظر آنے والے شدید طوفان ایک ھباء کی طرح اُڑ جاتے ہیں- مگر یہ حفاظت اور بچاؤ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کسی کے سر کے پاس سے بلکہ اس کی جلد کو چھیدتی ہوئی گولی اس طرح گزر جائے کہ ایک چاول بھر اس کے مقام کا بدل جانا اس شخص کے لئے ہلاکت کا موجب ہوسکتا ہو- یہ حفاظت اور نجات ایسے باریک فرق سے ہوتی ہے کہ جس کا خیال کرکے بھی انسان کا دل کانپ جاتا ہے-

اس کے متعلق مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آگیا- جب میں چھوٹا تھا تو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خواہش ظاہر کی کہ مجھے ہوائی بندوق لے دیں چنانچہ آپ نے مجھے بندوق منگوادی- اس زمانہ میں یہاں کالج کی جماعتیں کُھلی ہوئی تھیں- اُن دنوں کالج کے لئے ایسے شرائط نہ تھے جیسے آج کل ہیں- یہاں انٹرنس کے بعد ایف اے کی کلاسیں بھی جاری تھیں- ایک طالب علم جو اَب ڈاکٹر ہیں ایف اے کی کلاس میں پڑھتے تھے اور میرے ساتھ اُن کا بڑا تعلق تھا- شکار کا شوق اُن کو بھی تھا اور مجھے بھی- ایک دن وہ اصرار کے ساتھ مجھے شکار کیلئے لے گئے- ہم قادیان سے باہر چلے گئے مگر اُس دن کوئی جانور اس بندوق سے نہ

مرا۔ بندوق ہوائی تھی اور کوئی ایسی طاقتور نہ تھی لیکن اس بندوق سے بھی بعض اوقات جانور مرجاتے ہیں اگر چھرّہ لگ جائے اور بعض اوقات لگنے کے باوجود بھی اُڑ جاتے ہیں۔ اس دن ایسا اتفاق ہوا کہ جن کے چھرّہ لگا وہ بھی اُڑ گئے اور جن کے نہ لگا انہوں نے تو اُڑنا ہی تھا۔ جب ہم واپس آرہے تھے تو اس دوست نے نہایت حقارت سے کہا کہ یہ بھی کوئی بندوق ہے۔ اگر میری آنکھ پر لگے تو بھی قطعاً کوئی نقصان نہ ہو۔ میں نے کہا یہ بندوق معمولی سہی مگر یہ بھی تو مبالغہ ہے اگر آنکھ ضائع نہ ہو تو کم سے کم چوٹ تو ضرور آئے گی۔ مگر وہ کہنے لگے کہ ہرگز چوٹ نہیں لگ سکتی' لو مارو۔ میں نے بہتیرا ٹالا اور کہا کہ یہ بندوق خواہ کتنی بے ضرر سہی مگر آنکھ بھی تو بہت نازک چیز ہے۔ مگر وہ ایسے پیچھے پڑے کہ کہا میں چیلنج کرتا ہوں' مار کر دیکھ لو۔ میرا بھی بچپن تھا۔ میں نے دس پندرہ گز پر کھڑے ہوکر ان کی آنکھ کا نشانہ لگایا۔ چھرّہ کنپٹی پر لگا اور اگرچہ زخم تو نہ ہوا مگر معلوم ہوا ان کے چوٹ ضرور آئی۔ اس کے بعد وہ میرے ساتھ چل پڑے اور کہنے لگے آپ نے بڑا ظلم کیا۔ اگر میری آنکھ میں لگ جاتا تو کیا ہوتا۔ میں نے کہا آپ خود ہی تو کہتے تھے اور چیلنج کرتے تھے کہ مارو۔ وہ مجھ سے عمر میں بڑے تھے۔ مگر کہنے لگے میری تو یہ بیوقوفی تھی کہ میں نے زور دیا مگر آپ نے بھی مار ہی دیا۔ اگر لگ جاتا تو کیا ہوتا۔ میں نے کہا اچھا جانے دو لگا تو نہیں مگر وہ سارا راستہ خاموش رہے۔ اور جب میں ان کو ہنسانے کی کوشش کرتا چونکہ وہ میرے دوست تھے تو وہ یہی کہتے کہ اگر صرف آدھ چاول کے برابر نشانہ ادھر لگتا تو کیا ہوتا اور اس کے بعد بغیر کسی اور واقعہ کے میرے ساتھ ان کے تعلقات آہستہ آہستہ کمزور ہوتے گئے اور گو ہم میں اختلاف کبھی نہ ہوا مگر دوستانہ رنگ بدلتا ہوا کم ہوگیا۔ محض اس لئے کہ انہیں یہ خیال ہوگیا کہ اگر نشانہ لگ جاتا تو کیا ہوتا۔ یہ واقعہ سالہاسال کے بعد آج مجھے یاد آیا ہے جو میں نے یہ بتانے کے لئے سنادیا ہے کہ کسی خطرناک چیز کے اس قدر قریب سے گزرنے پر کہ انسان بال بال بچ سکے' اس کی ہیبت دل پر ضرور باقی رہتی ہے۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ ایک شدید حادثہ سے ایک شخص کی گو جان بچ گئی مگر اس کا رنگ زرد ہوگیا یا بال سفید ہوگئے اور عمر بھر اس پر اثر باقی رہا۔ اور اگرچہ نجات ہوگئی مگر اتنا صدمہ ہوا کہ کمزور دل ساری عمر اس کے اثر سے نجات نہ پاسکے' پس یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ ایسے کئی حادثات ہماری جماعت پر گزرے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے لے کر وفات تک کئی ایسے حوادث جماعت پر آئے۔ خود حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا حادثہ ہی ایسا حادثہ تھا کہ کئی لوگ مہینوں ایسی حالت میں رہے جیسے بُھولے ہوئے پھرتے ہیں۔ مجھے کئی ایسے دوستوں کے نام یاد ہیں جو اپنے نہیں لوگوں کے سوالات لے کر گھبرائے ہوئے پھرتے اور ان کے جوابات دریافت کرتے پھرتے تھے۔ پھر سب کچھ سن کر یہی کہہ دیتے اگر خدا تعالیٰ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر موت نہ لاتا تو بہتر تھا۔ مجھے یاد ہے۔ آپ کی وفات کے کئی ماہ بعد میں ایک دفعہ بہشتی مقبرہ کی طرف سے واپس آرہا تھا کہ مدرسہ احمدیہ کے کمروں کے پاس سے جو گلی گزرتی ہے' وہاں تین دکانیں ہیں۔ پہلے وہاں اخبار بدر کا دفتر ہوتا تھا پھر دکانیں ہوگئیں' اب معلوم نہیں کیا ہے۔ وہاں ایک شخص نے مجھے کہا کہ رات دن مجھے یہی خیال رہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات کیوں پاگئے۔ میں سمجھتا ہوں ممکن ہے کئی لوگ ایسے ہوں کہ اب تک جب علیحدگی میں ان کا خیال اس طرف جاتا ہو تو ان میں سے ہر ایک دل میں یہی کہتا ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ میری رائے پوچھتا تو میں یہی کہتا کہ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ بڑے بڑے واقعات تو درکنار چھوٹے چھوٹے واقعات بھی بعض دفعہ گہرا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت لکھا ہے وہ ایک دفعہ مسح کرتے ہوئے کہنے لگے میں ہمیشہ مسح کے مقام پر حیرت میں رہتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ میری رائے پوچھتا تو میں یہی کہتا کہ مسح یوں نہیں یوں کرنا چاہیئے[1]۔

غرض انسان کی طبیعت پر بیسیوں واقعات اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ اور بعض اثرات نہایت گہرے اور تکلیف دہ ہوتے ہیں جو واقعہ کی شدت سے کم تکلیف دہ نہیں ہوتے۔ خصوصاً ان واقعات کے متعلق جو اہم نظر آتے ہیں یا جن میں تباہی بالکل قریب دکھائی دیتی ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو مصائب لاتا ہے ان میں کئی حکمتیں ہوتی ہیں۔ بعض اوقات ان کا مقصد دلوں کو پاک کرنا ہوتا ہے' جماعت کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس قسم کے ابتلاؤں میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ بھی ایک تھا۔ اُس وقت آپ سے اخلاص رکھنے والے بھی گھبرا گئے۔ یہ لوگ ہزاروں تھے بلکہ براہین احمدیہ کی شُہرت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ لاکھوں آدمی آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ ایک کی تو شہادت بھی موجود ہے جو دعویٰ سے پہلے ہی وفات پاگئے۔ یعنی صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی نے دعویٰ سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر تم مسیحا بنو خدا کیلئے

یہ تو ایک دُوربین ولی اللہ کی نظر تھی۔ مگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جن کی نگاہ اتنی دُوربین نہ تھی وہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ اسلام کی نجات آپ سے وابستہ ہے۔ مگر جب وہ ہتھیار آپ کو دیا گیا جس سے دشمن پامال ہو سکتا تھا۔ وہ آبِ حیات دیا گیا جس سے مسلمانوں کی زندگی مقدر تھی، تو بڑے بڑے مخلص آپ سے متنفر ہوگئے اور کہنے لگے جسے ہم سونا سمجھتے تھے، افسوس وہ تو پیتل نکلا۔ ایسے لاکھوں انسان یکدم بدظن ہوگئے حتّٰی کہ جب آپ نے بیعت کا اعلان کیا تو پہلے روز صرف چالیس اشخاص نے بیعت کی۔ یا تو لاکھوں اخلاص رکھتے تھے اور پرانے لوگ سناتے ہیں کہ کس طرح بڑے بڑے علماء کہتے تھے کہ اسلام کی خدمت اسی شخص سے ہو سکتی ہے اور خود لوگوں کو آپ کے پاس بھیجتے تھے۔ حتّٰی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ براہین کے شائع ہونے کے بعد میں مرزا صاحب کی زیارت کیلئے پیدل چل کر قادیان گیا[۲]۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جنہوں نے آخر میں اپنا سارا زور مخالفت میں صرف کردیا، انہوں نے بھی لکھا کہ تیرہ سَو سال کے عرصہ میں کسی نے اسلام کی اس قدر خدمت نہیں کی جتنی اس شخص نے کی ہے[۳]۔ حالانکہ اگر آپ کا دعویٰ نہ ہوتا تو آپ اسلام کی کوئی خدمت نہ کرسکتے تھے۔ براہین تو ایک دلائل کی کتاب تھی مگر کیا قرآن سے بڑھ کر؟ ہرگز نہیں۔ اور جب قرآن کے دلائل سے لوگ فائدہ نہیں اُٹھا رہے تھے تو براہین احمدیہ سے کیا اُٹھاتے۔ دراصل دنیا کو ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جس کا ایک ہاتھ خدا کے ہاتھ میں ہوتا اور دوسرا بندوں کے ہاتھ میں جو بجلی کی ایک رَو لوگوں کے اندر سرایت کردے۔ مگر جس چیز کی ضرورت تھی جب وہ دی گئی تو لوگ مایوس ہوگئے اور کہنے لگے ہماری غلطی تھی اور صرف تھوڑے لوگ باقی رہ گئے۔ اس کے بعد جماعت بڑھنی شروع ہوئی اور سینکڑوں لوگ داخل ہوگئے۔ پھر آتھم کی پیشگوئی کا وقت آیا۔ ایک دوست سناتے ہیں کہ باوجودیکہ پیشگوئی بالکل واضح تھی مگر رات کے وقت دیر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی کے متعلق فرماتے رہے کہ آج کی رات ضرور اللہ تعالیٰ فیصلہ کردے گا۔ وہ نیا نیا زمانہ تھا مخالفت کا طوفان ہر طرف سے اُٹھ رہا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے وقت میں یہ کتنی بڑی مصیبت تھی۔ میری عمر اُس وقت چھ سات سال کے درمیان تھی اس لئے مجھے تو کچھ یاد نہیں۔ ہاں ایک دوست کی روایت ہے کہ مہمان خانہ میں ہم چار پانچ آدمی ساری رات مذبوح کی طرح زمین پر لوٹتے

رہے اور دعائیں کرتے رہے۔ غور کرو' ان لوگوں کے لئے یہ کتنی بڑی ٹھوکر تھی۔ آج ہم یہ سمجھ بھی نہیں سکتے کہ یہ کوئی ٹھوکر تھی۔ مجھے یاد ہے ایک پٹھان بہت مخلص تھا۔ باوجود چھوٹی عمر کے میرے دل پر اس کے اخلاص کا اثر ہے۔ بتانے والے نے بتایا کہ رات کو وہ زمین پر سر مارتا تھا مگر آخرکار وہ مرتد ہوگیا۔ یہ کتنی بڑی ٹھوکر تھی۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر میں نبی اور رسول کے الفاظ جاری کرائے۔ الہامات میں وہ الفاظ پہلے سے موجود تھے مگر کئی لوگ تحریر میں ان الفاظ کے آنے سے گر گئے۔ غرض اس طرح آہستہ آہستہ یہ امتحان آتے رہے۔ پھر مقدمات آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تذلیل کی بڑی بڑی کوششیں کی گئیں حتّٰی کہ متواتر تین ماہ تک عام سرکاری تعطیلوں کے سوا برابر روزانہ کئی کئی گھنٹے آپ کو عدالت میں کھڑا رہنا پڑتا[۴] - اور ایک دن تو مجسٹریٹ[۵] نے پانی تک پینے کی اجازت نہ دی۔ ہم آج ان باتوں کو بُھول گئے ہیں۔ مگر اُس زمانہ کے مخلصین کیلئے یہ بہت بڑے ابتلاء تھے۔ وہ ایک طرف تو خدا کا یہ وعدہ سنتے تھے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے[۶] - اور تیرے نہ ماننے والے دنیا میں ادنیٰ اقوام کی طرح رہ جائیں گے۔ مگر دوسری طرف دیکھتے تھے کہ ایک معمولی چار پانچ سَو روپیہ تنخواہ لینے والا بنیا مجسٹریٹ روزانہ آپ کو کھڑا رکھتا ہے اور پانی تک پینے کی اجازت نہیں دیتا حتّٰی کہ آپ کا کھڑے کھڑے سر چکرا جاتا اور پاؤں تھک جاتے۔ کمزور ایمانوں والے حیران ہوتے ہوں گے کہ کیا یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے اس قدر وعدے ہیں۔ غرضیکہ یہ بھی ابتلاء تھے بعض کے لئے اس لحاظ سے کہ یہ کتنی بیچارگی ہے اور بعض کے لئے اس لحاظ سے کہ وہ اپنے ایمان کا اقتضاء یہی سمجھتے تھے کہ ایسے مخالفین کو مار ہی ڈالیں۔ مجھے وہ نظارہ یاد ہے جس دن فیصلہ سنایا جانا تھا۔ ہماری جماعت میں ایک دوست تھے جن کو پروفیسر کہا جاتا تھا۔ پہلے وہ تاش وغیرہ کے کھیل اعلیٰ پیمانہ پر کیا کرتے تھے۔ اچھے ہوشیار آدمی تھے اور چار پانچ سَو روپیہ ماہوار کما لیتے تھے۔ مگر احمدی ہونے پر انہوں نے یہ کام چھوڑ دیا اور معمولی دکان کرلی تھی۔ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق تھا اور غربت کو اخلاص سے برداشت کرتے تھے۔ ان کے اخلاص کی ایک مثال میں سناتا ہوں۔ انہوں نے لاہور میں جاکر کوئی دکان کی۔ جو گاہک آتے انہیں تبلیغ کرتے ہوئے لڑ پڑتے۔ خواجہ صاحب نے آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے شکایت کی۔ آپ نے محبت سے انہیں کہا کہ پروفیسر صاحب! ہمارے لئے یہی

حکم ہے کہ نرمی اختیار کرو' خدا تعالیٰ کی یہی تعلیم ہے- حضرت مسیح موعود علیہ السلام سمجھاتے جاتے تھے اور پروفیسر صاحب کا چہرہ سرخ ہوتا جاتا تھا- ادب کی وجہ سے وہ بیچ میں تو نہ بولے مگر سب کچھ سن کر یہ کہنے لگے کہ میں اس نصیحت کو نہیں مان سکتا- آپ کے پیر (یعنی آنحضرت ﷺ) کو اگر کوئی ایک لفظ بھی کہے تو آپ مباہلہ کیلئے تیار ہوجاتے ہیں اور کتابیں لکھ دیتے ہیں مگر ہمیں یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پیر کو اگر کوئی گالیاں دے تو چُپ رہیں- بظاہر یہ بے ادبی تھی مگر اس سے اُن کے عشق کا پتہ ضرور لگ سکتا ہے- جب فیصلہ سنانے کا وقت آیا تو لوگوں کو یقین تھا کہ مجسٹریٹ سزا ضرور دے دے گا اور بعید نہیں کہ قید کی ہی سزا دے- اُدھر مخلصین کے دل میں ایک لحہ کیلئے بھی یہ خیال نہیں آسکتا تھا کہ آپ کو گرفتار کرلیا جائے گا- اُس دن عدالت کی طرف سے بھی زیادہ احتیاط کی گئی تھی- پہرہ بھی زیادہ تھا- جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندر تشریف لے گئے تو دوستوں نے پروفیسر صاحب کو باہر روک لیا کیونکہ ان کی طبیعت تیز تھی- مگر انہوں نے ایک بڑا سا پتھر ایک درخت کے پیچھے چُھپا رکھا تھا اور جس طرح ایک دیوانہ چیخ مارتا ہے- زار زار روتے ہوئے دفعتاً درخت کی طرف بھاگے اور وہاں سے پتھر اُٹھا کر بے تحاشہ عدالت کی طرف دوڑے اور اگر جماعت کے لوگ راستہ میں نہ روکتے تو وہ مجسٹریٹ کا سر پھوڑ دیتے- انہوں نے خیال کرلیا کہ مجسٹریٹ ضرور سزا دے گا اور اسی خیال کے اثر کے ماتحت وہ اسے مارنے کیلئے آمادہ ہوگئے-

یہ بھی ایک ابتلاء تھا- ایک طرف کمزوروں کیلئے اس رنگ میں کہ وہ مرتد ہو رہے تھے اور دوسری طرف مخلصین کیلئے اس رنگ میں کہ اُن کا دامنِ صبر ہاتھوں سے چُھوٹ رہا تھا غرضیکہ اُس زمانہ میں بیسیوں ابتلاء تھے جو کبھی چھ ماہ کے بعد آجاتے اور کبھی سال کے بعد- پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک اتنا بڑا ابتلاء آیا جس کا اندازہ آج ہم نہیں کرسکتے- یہ ابتلاء اُس وقت آیا جب حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں یہ سوال اُٹھایا گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ کیا تھا- اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ایک نہیں دو نہیں بیسیوں راتیں ایسی آئیں جن میں ایسی اُدھیڑبُن میں کہ اب کیا ہوگا' ٹہلتے ٹہلتے پاؤں متورم ہوجاتے اور عشاء کے بعد سے لے کر دو دو بج جاتے یہ خیال پریشان کردیتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے معاً بعد اگر بعض لوگوں نے انکار کردیا تو جماعت کا انجام کیا ہوگا- اور میں سمجھتا ہوں یہ میری ہی نہیں سینکڑوں کی یہی حالت ہوگی- اس سے بھی پہلے

خلافت کا سوال اُٹھایا گیا تو وہ کوئی کم ٹھوکر کا موجب نہیں تھا- جوں جوں یہ پروپیگنڈہ بڑھتا گیا' ساتھ ساتھ پریشانی بڑھتی گئی- یہ کوئی معمولی دن نہ تھے- پھر حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد جو ابتلاء آیا وہ سب کو معلوم ہے- ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری جماعت مخالفین کے قبضہ میں آگئی ہے- وہ ایسے واقعات نہیں کہ جن کو انسان بغیر اس کے کہ دل بے قابو ہوجائے' بیان کرسکے- اسی لئے ان کی تفصیلات میں جانے سے میں نے ہمیشہ گریز کیا ہے کہ ان کو یاد کرکے طبیعت کے اندر ایسی بے چینی پیدا ہوجاتی ہے جیسے کسی عظیم الشان محبوب کی موت یاد آجاتی ہے- پھر بعد میں جو ابتلاء آئے' وہ بھی کم نہ تھے غیر مبائعین نے خود لکھا تھا کہ ۹۸ فیصدی جماعت ہمارے ساتھ ہے- اور ایسے ایسے لوگ مخالف ہوگئے جن کے متعلق کوئی گمان بھی نہ تھا- کچھ عرصہ قبل گوجرانوالہ میں میرا لیکچر ہوا تھا- اس کے بعد ایک ڈاکٹر صاحب نے مجھے الگ آکر کہا کہ جو لوگ آپ کے عقائد کے خلاف ہیں وہ آج جل مرے- ایک تو اس وجہ سے کہ ان کے خیالات کی مدلّل طور پر تردید ہوئی اور دوسرے اس لئے کہ آپ نے کھول کھول کر بیان کیا مگر باوجود اس کے غیر احمدی آپ کے لیکچر کی زیادہ تعریف کرتے تھے- مگر کیسے تعجب کی بات تھی کہ تھوڑے ہی دنوں بعد اس ابتلاء کے موقع پر وہ صاحب قادیان آئے- اور دوسرے دن مجھے گالیاں دیتے ہوئے چلے گئے کہ یہ سب دھوکا ہے' ٹھگ بازی ہے' فریب ہے- اور اس دن سے لے کر آج تک متواتر ابتلاء آتے رہے ہیں اور تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد اب بھی آتے ہیں- بلکہ بعض لوگوں کے نزدیک تو آج کل اس قدر ہماری مخالفت ہورہی ہے کہ غیر احمدی تک یہ کہہ رہے ہیں کہ پہلے کبھی ایسی نہ ہوئی تھی- ابھی جو میں لاہور گیا تو ایک دوست نے ذکر کیا کہ ایک غیر احمدی لیڈر نے ان سے بیان کیا کہ آج کل احمدیوں کی جس قدر مخالفت ہورہی ہے' ابتداء میں بھی شاید اتنی نہ ہوئی ہو- اور یہ صحیح بھی ہے مگر جماعت بوجہ ان فتوحات کے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے نصیب ہورہی ہیں' اسے محسوس نہیں کرتی- اس کی حالت اس بچہ کی سی ہے جس کی ماں رات کو فوت ہوگئی صبح کو جب وہ اُٹھا تو اُسے پیار کرنے لگا اور ہنسنے لگا- پھر بھی جب وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئی تو اُس نے محبت سے اُس کے منہ پر چپت ماری اور یہی سمجھتا رہا کہ یونہی چُپ ہے- حتّٰی کہ جب اُسے دفن کرنے کیلئے لے جانے لگے تب اسے معلوم ہوا کہ اس کی نہایت ہی محبوب چیز ہمیشہ کیلئے اس سے چُھڑا دی گئی ہے- اسی طرح جماعت کے وہ ناواقف دوست جو سلسلہ کے حالات سے آگاہ

نہیں اور مخالفت کی شدت جن کی آنکھوں کے سامنے نہیں وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ کیا پرواہ ہے' ہمارا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے- مگر جس جماعت کو میں یا جماعت کے دوسرے لوگ دیکھتے ہیں وہ اس سے ناواقف ہیں- سب بڑے اور چھوٹے اس وقت ہماری مخالفت پر کمربستہ ہیں- احمدیت کی ابتداء میں انگریز مخالف نہ تھے' سوائے چند ابتدائی ایام کے جبکہ وہ مہدی کے لفظ سے گھبراتے تھے مگر اب تو وہ بھی مخالف ہورہے ہیں- بہت تھوڑے ہیں جو جماعت کی خدمات کو سمجھتے ہیں' باقی تو باغیوں سے بھی زیادہ غصہ سے ہمیں دیکھتے ہیں- اور اگر انگریزوں کا فطری عدل مانع نہ ہو تو شاید وہ ہمیں پیس ہی دیں-

پھر وہ لوگ جو پہلے سیاسی کاموں کی وجہ سے ہمارے مدّاح تھے ان میں سے بھی کچھ تو کُھلے طور پر اور کچھ مخفی طور پر ہماری مخالفت میں لگ گئے ہیں- بعض تو صاف احراریوں سے مل گئے ہیں' ان کی مجالس میں جاتے ہیں' ان کیلئے چندے جمع کرتے ہیں اور چند گنتی کے لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب نے یہی طریق اختیار کر رکھا ہے- غرض یہ کہ ہمارے خلاف ایک طرف احراری تحریک ہے' پھر پریس کی مخالفت ہے' مولویوں کا جوش علاوہ ہے- سیاسی میدان میں کام کرنے والے سمجھتے ہیں کہ دیانتدار لوگوں کے آنے سے ہمارے کام میں روک پیدا ہوجائے گی' مولوی سمجھتے ہیں ہماری روزی بند ہو جائے گی' حُکّام رس لوگ سمجھتے ہیں کہ خوشامد کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا- انگریز شاید خیال کرنے لگے ہیں کہ اتنی بڑی منظّم جماعت اگر مخالف ہوگئی تو ہمارے لئے بہت پریشانیوں کا موجب ہوگی- اور وہ اتنا نہیں سوچتے کہ جماعت احمدیہ کی مذہبی تعلیم یہ ہے کہ حکومت کی فرمانبرداری کی جائے- تو پھر جماعت احمدیہ گورنمنٹ کی مخالف ہو کس طرح سکتی ہے- لیکن شاید وہ "گربہ کشتن روزِ اول" کے مطابق ہمیں دبا دینا ضروری سمجھتے ہیں- ایک ذمہ دار افسر سے یہ بات سن کر مجھے سخت حیرت ہوئی کہ حکومت نے تحقیق کرائی ہے کہ قادیان میں حکومت کے خلاف کیا سازشیں ہو رہی ہیں- اور یہ ایسی بات ہے جسے سن کر ہر عقل مند ہنسے گا اور حکومت کے اس نادانی کے فعل پر سخت متعجب ہوگا- پھر خود ہمارے اندر منافقوں کا ایک جال ہے جو تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد ظاہر ہوتے رہتے ہیں- وہ کبھی جھوٹی خبریں شائع کرتے ہیں' کبھی جھوٹی باتیں بنا کر دوسروں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں- قرآن کریم میں انہی کے متعلق آتا ہے- وَالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَۃِ[۲] کوئی اچھا کام نہیں جس پر وہ اعتراض نہ کریں- اور کوئی نیک

آدمی نہیں جس پر الزام نہ لگائیں- یہ اندرونی دشمن ہیں جو باہر والوں سے زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ ان کی باتیں سننے والا سمجھتا ہے یہ بھی آخر احمدی ہیں' مخلص ہیں- اور اس وجہ سے ان کے دھوکا میں آجاتا ہے- ان کی ایسی حرکات سے اپنوں کے اندر بے چینی پیدا ہوتی ہے اور دشمن دلیر ہوتے ہیں- ان سب چیزوں کو دیکھ کر میں تو ایسا محسوس کرتا ہوں کہ گویا ایک چھوٹی سی جماعت کو چاروں طرف سے ایک فوج گھیرے چلی آرہی ہے اور قریب ہے کہ اس کے نکلنے کیلئے ایک انچ بھی جگہ باقی نہ رہے- ایک زلزلہ ہے جو اگرچہ ظاہر تو نہیں ہوا مگر زمین کے نیچے خوفناک آگ شُعلہ زن ہے- یہ صحیح ہے کہ الٰہی سلسلوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کی سنت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ سب ہمارے لئے کچھ نہیں لیکن اگر یہ فتنے جماعت کو کمزور بھی کردیں تو وہ امانت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے سپرد ہے' اس کے ضائع ہوجانے کا احتمال ضرور ہے- اور جس طرح دودھ زمین پر گر جانے کے بعد اُٹھایا نہیں جاسکتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کی امانت اور اس کا نور ایک دفعہ ضائع ہوجانے کے بعد پھر اسے حاصل نہیں کیا جاسکتا- پھر اس کیلئے نئی جماعتیں ہی قائم ہوا کرتی ہیں اور نئے نبی مبعوث ہوتے ہیں- سیال چیز کی حفاظت کیلئے ایک پیالہ کافی ہوتا ہے خواہ اس کا منہ کس قدر ہی کھلا کیوں نہ ہو مگر گیس کو بوتل میں بھی بند نہیں کیا جاسکتا خواہ اس کا منہ کس قدر ہی تنگ کیوں نہ ہو اور نور تو سب سے زیادہ لطیف شے ہے جب وہ ہاتھ سے نکل جائے تو پھر اسے حاصل کرنا ممکن نہیں ہوسکتا- اس لحاظ سے یہ مخالفت بڑی چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل شامل ہو تو مصائب کے پہاڑ بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتے- اگر انسان رات کو انتہائی غم میں سوئے تو صبح خوشی میں بیدار ہوسکتا ہے- پس یہ چیزیں چھوٹی بھی ہیں اور بڑی بھی- سوال صرف یہ ہے کہ کیا خدا کے سامنے ہمارے اندر اس قدر انابت ہے کہ اس کا فضل آجائے گا- بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دل کی ہر وقت ایک سی حالت کا نہ رہنا ان کا نقص ہے حالانکہ یہ بات نہیں- رسول کریم ﷺ کے پاس ایک صحابی آئے اور عرض کیا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! میں تو منافق ہوں- میں جب آپ کے سامنے آتا ہوں تو میرے دل کی حالت اور ہوتی ہے لیکن جب چلا جاتا ہوں تو وہ حالت بدل جاتی ہے- آپ نے فرمایا اگر ہر وقت ایک ہی حالت رہے تو انسان مر نہ جائے[۵] - تو ایمان کی حالتیں بھی کبھی کچھ ہوتی ہیں اور کبھی کچھ- رسول کریم ﷺ بھی ہر وقت نہ ایک سی دعا کرتے تھے اور نہ ایک سی عبادت- بدر کے موقع پر آپ نے اس قدر دعا کی کہ صحابہ کو کہنا پڑا کہ آپ کے

ساتھ خدا کا وعدہ ہے پھر آپ کیوں اس قدر گھبراتے ہیں؟ - اگر آپ روز ہی ایسی دعا کیا کرتے تو صحابہ کیوں یہ بات کہتے- تو انبیاء پر بھی مختلف حالتیں آتی ہیں- پس مخالفت کے اس جوش کی حالت کو دیکھ کر جس سے متاثر ہو کر بعض غیراحمدیوں نے بھی کہلا بھیجا ہے کہ ہم نے جماعت کی اتنی مخالفت کبھی نہیں دیکھی- اور مخالفت بھی معمولی نہیں بلکہ مخالفوں نے یہ ارادہ کر رکھا ہے کہ جس طرح بھی ہوسکے اس جماعت کو کچل دیا جائے- اس لئے اس موقع پر میں جماعت کو ہدایت کرتا ہوں کہ ان حالات پر غور کریں کہ کس طرح قادیان میں بھی اور باہر بھی مخالفت زوروں پر ہے- پہلے اندرونی منافق ہیں پھر غیراحمدی- ہندو' عیسائی سب تُلے ہوئے ہیں کہ جماعت کو کچُل دیا جائے- ان کے علاوہ حکومت کے بعض ارکان میں بھی جوش ہے اور ان کی طرف سے بعض ایسی ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے- غرض اپنے' بیگانے سب کے اندر ایسا جوش ہے کہ اسے دیکھ کر معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ہم اس کی طرف جُھکیں اور اس سے نصرت مانگیں- ماں بھی بعض اوقات یہ چاہتی ہے کہ اس کا بچہ اس سے مانگے بعض اوقات تو مانگنے پر وہ چڑتی ہے اور کہتی ہے کہ ناک میں دم کر رکھا ہے مگر کبھی نہ مانگنے پر چِڑتی ہے- کبھی چاہتی ہے کہ اس کا بچہ تذلّل کرے اور کبھی چاہتی ہے کہ محبت کرے- محبت کے متعلق مجھے اپنا ایک رؤیا یاد آگیا- ایک دفعہ مجھے کسی وجہ سے سخت تکلیف تھی ایسی تکلیف کہ گویا موت تھی- اُس وقت میں نے کہا کہ میں خاص دعا کروں گا اور جب تک کام نہ ہوجائے زمین پر سوؤں گا' اُسی دن یا دوسرے دن میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ایک عورت کی شکل میں آیا ہے- اور اُس کے ہاتھ میں درخت کی ایک لچک دار شاخ ہے- آنکھوں سے محبت ٹپکتی تھی اور ہونٹوں پر غصہ کے آثار تھے اور آہستہ سے چھڑی اُٹھا کر مجھے مارنی چاہی اور کہا کہ چارپائی پر سوتا ہے یا نہیں- میں یہ رؤیا پہلے کسی موقع پر بیان کرچکا ہوں- اب مجھے یاد نہیں کہ چھڑی ماری یا مارنے کی دھمکی سے ہی میں کُود کر چارپائی پر جا پڑا- عجیب بات یہ ہے کہ رؤیا میں جس وقت میں کُود کر چارپائی پر جالیٹا اس کے ساتھ ہی ظاہری طور پر بھی میں کُود کر چارپائی پر جالیٹا اور اللہ تعالیٰ کی اس محبت کو دیکھ کر کہ میری اِس قدر تکلیف بھی اُس سے برداشت نہ ہوئی' میری آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے- اِس خواب میں یہ اشارہ تھا کہ اپنے آپ کو کیوں تکلیف دیتے ہو- یہ بھی ایک رنگ ہے اور کبھی یہ چاہتا ہے کہ ننگی زمین پر لیٹو- یہ اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات ہیں- پس میں عام

جماعت سے عموماً اور ان مخلصوں سے بالخصوص جنہوں نے سلوک کیلئے اپنے نام دیئے ہوئے ہیں کہتا ہوں کہ وہ ان ایام میں خصوصیت کے ساتھ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو مخفی ابتلاؤں سے بھی اور ظاہری سے بھی محفوظ رکھے- اور اس عظیم الشان ابتلاء سے بھی جو گو ابتدائی ایام کی مخالفت کے مشابہ ہے مگر اس وجہ سے اُس سے بہت زیادہ خطرناک ہے کہ اُس وقت ہم میں خدا تعالیٰ کا نبی تھا اور آج نہیں' محفوظ رکھ کر ہمیں ہر ایک قسم کی شکست' ذلّت' نامرادی' رُسوائی اور بدنامی سے بچائے- اور ہر قسم کے فضل' برکات' عنایات اور مہربانیوں سے حصہ دے- کامیابیاں' کامرانیاں' فتوحات' ترقیات اور غلبہ عطا فرمائے- تا اس کام کو جو اس نے ہمارے ذمہ لگایا ہے ہم کماحقہٗ کرسکیں- اور تا ہماری غلطیوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بدنام نہ ہوں- پس دعائیں کرو-

ممکن ہے چالیس روز کی دعائیں ہی ہمارے اندر ایک تغیر پیدا کردیں- ہمارے لئے' ہمارے خاندانوں' ہمسائیوں' دوستوں' رشتہ داروں' شہریوں اور جماعت کیلئے ایک نیک تغیر کا موجب ہوجائیں- پھر ایسا تغیر ہو کہ ساری دنیا نیک ہوجائے- بعض دفعہ انسان سرے پر پہنچ کر گر پڑتا ہے- کسی شاعر نے کہا ہے

قسمت کی نارسائی سے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا

پس ایسا نہ ہو کہ سُستی کی وجہ سے ہم لبِ بام پہنچ کر گر پڑیں- پس چاہیئے کہ ہم اس طرح اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ دعا ہمیں اُٹھا کر بامِ کامرانی پر پہنچا دے- اور اس کے بعد اور ابتلاء نہ ہوں- اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر اب ہم دعاؤں سے کام نہ لیں تو یہ مصائب کا سلسلہ سالوں بلکہ صدیوں تک چلا جائے- پس تمام جماعت سے بالعموم اور ان لوگوں سے جنہوں نے سلوک کیلئے اپنے نام دیئے ہوئے ہیں- (اگرچہ میری طرف سے ناموں کی تاحال منظوری نہیں ہوئی مگر جب تک میں کوئی فیصلہ نہ کروں وہ سب سالکین میں شامل ہیں جنہوں نے نام دے رکھے ہیں) بالخصوص یہ کہتا ہوں کہ وہ خوب دعائیں کریں اور دوسروں کو بھی دعائیں کرنے کی تحریک کریں- نیکی کی تحریک کرنا بھی ایک نیکی ہے- میں نے دیکھا ہے میاں غلام قادر صاحب سیالکوٹی رمضان کے دنوں میں جب سحری کے وقت پیپا لے کر لوگوں کو جگاتے پھرتے تو محبت سے اُن کیلئے دعا نکلتی اور اُس وقت پیپے کی آواز تمام دنیا کے باجوں سے

زیادہ خوبصورت لگتی- پس خود بھی دعائیں کرو اور دوسروں کو بھی اس کی تحریک کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہو اور ہم کامیاب ہوجائیں- مخلصوں کی دعائیں ٹھوکروں اور مصیبتوں کو دور کرسکتی ہیں- قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ مصائب سے نکلنے کے دو ہی طریق ہوسکتے ہیں- یا تو اللہ تعالیٰ کا نبی موجود ہو اور یا پھر اس کے ماننے والے استغفار میں لگے ہوں-

(الفضل ۱۵- مارچ ۱۹۳۴ء)

۱؎ سنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب کیف المسح میں الفاظ اس طرح ہیں:- لو کان الدین بالرای لکان اسفل الخف اولٰی بالمسح من ظاھر ھما-

۲؎ رسالہ تاریخ مرزا صفحہ ۵۴ مؤلفہ ثناء اللہ امرتسری مطبوعہ ۱۹۱۹ء

۳؎ رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۷ صفحہ ۱۶۹ جون- جولائی-اگست ۱۸۸۴ء

۴؎ تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۳۰۱ مطبوعہ ۱۹۶۲ء

۵؎ مہتہ آتمارام مجسٹریٹ (مرتب)

۶؎ تذکرہ صفحہ ۱۰-ایڈیشن چہارم

۷؎ الاحزاب:۶۱

۸؎ مسلم کتاب التوبۃ باب فضل دوام الذکر والفکر فی امور الآخرۃ

۹؎ مسلم کتاب الجھاد باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر و اباحۃ الغنائم